مطالعہ سیرت کے حوالے سے مستشرقین کے چند اعتراضات اوران کے جوابات

مستشرقین گذشتہ کئی صدیوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف مختلف قسم کے الزامات لگاتے رہے ہیں۔ ان الزامات میں سے تو کچھ ایسے ہیں کہ جن کا کسی حقیقت سے دُور دُور تک بھی واسطہ نہیں اور کچھ الزامات ایسے ہیں جو اصل حقائق کو دانستہ طور پر توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے تاکہ سیرت مطہرہ کو اپنی متعصب فکر سے آلودہ کر سکیں۔ یہاں ہم ان الزامات میں سے چند ایک کا ذکر کر کے ان کے جوابات پیش کریں گے۔

ا۔ پیغمبر اسلام کے حسب ونسب پر اعتراض

مشہور مستشرق مارگولیتھ اپنی کتاب 'Muhammad and the Rise of Islam' میں یہ موشگافی کرتا ہے کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) کسی معزز خاندان سے نہیں بلکہ ایک نیچ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر وہ لکھتا ہے کہ 'یہ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ ایک نیچ خاندان سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ قرآن میں قریش کی حیرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اہل قریش حیرت زدہ تھے کہ آخر ان کی طرف ایسے شخص کو کیوں نبی بنا کر بھیجا گیا ہے جو نیچ ذات (Low birth) سے تعلق رکھتا تھا۔

مارگولیتھ کا یہ بیان حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے مترادف ہے۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ قریش کے سب سے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نہ صرف انتہائی شریف النسب تھے اور عرب کے شریف ترین خاندان کے فرزند تھے بلکہ آپ کے جد امجد ہاشم مکہ کے معزز ترین سردار تھے جن کے ذمہ شہری مملکت مکہ میں 'رفادہ' کی ذمہ داری تھی۔ یعنی وہ حاجیوں کو کھانا مہیا کرتے اور پانی پلانے کی ذمہ داری بھی انہی کے سپرد تھی۔ ان کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی بیان کی جاتی ہے کہ ہاشم اس قدر معزز و ممتاز حیثیت کے مالک تھے کہ ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑا تو ہاشم نے اس قحط میں شوربہ میں روٹیاں چورا کر کے لوگوں کو کھلائیں۔ اسی وقت سے ان کا نام ہاشم مشہور ہو گیا۔ یعنی روٹیاں چورا کر کے کھلانے والا۔ وہ اس پائے کے آدمی تھے کہ رومی امراء اور غسانی شہزادے ان سے معاہدہ کیا کرتے تھے۔ مارگولیتھ کے اس الزام کو ایک اور مشہور مستشرق نے خود ہی غلط ثابت کر دیا ہے۔ ولیم میور اپنی کتاب The Life of Mohammad میں آنحضرت ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے حوالے سے لکھتا ہے ''عبدالمطلب کی عزت وشہرت روز افزوں بڑھتی گئی۔ طاقتور بیٹوں سے بھرے خاندان کی وجہ سے ان کی عزت وشرف میں مزید اضافہ ہوا اور وہ اپنی وفات تک مکہ کے سب سے معزز سردار تھے''۔ ایسا شخص، جس کے آباء واجداد معاشرے میں نمایاں حیثیت کے مالک ہوں، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی نیچ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے چچا ابوطالب، اپنے ہم عصر سرداران قریش میں نسبتاً غریب ہونے کے باوجود اس معاشرتی اثر ورسوخ کے مالک تھے کہ ان کی زندگی میں اہل قریش ان کے بھتیجے محمد ﷺ پر دست دراز کرنے کا تصور بھی نہ کر سکے۔ بلکہ وہ ابوطالب کے پاس ایک وفد کی صورت میں یہ گزارش لے کر آئے کہ وہ اپنے بھتیجے کو ان کی دیویوں کی تکفیر سے منع کریں۔

مارگولیتھ نے جس قرآنی آیت کو حوالے کے طور پر پیش کیا ہے کہ محمد ﷺ کے دشمن انہیں ایک نیچ خاندان کا فرد تصور کرتے تھے، قطعاً اس بات کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کرتی۔ اس آیت میں سوالیہ بیان ہے کہ مشرکین مکہ کہنے لگے۔

وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القريتين عظيم (الزخرف:۳۱)

''اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا''۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اہل مکہ کے رائج معیار عزت وشرف یعنی مال و دولت اور جاہ وحشمت میں نبی کریم ﷺ اہم شخصیت نہ تھے۔ جبکہ دونوں بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے اور بڑے آدمی سے مراد مفسرین نے مکہ کا ولید بن مغیرہ اور طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی بیان کیا ہے۔ مقصد اس سے ایسے آدمی کا انتخاب ہے جو پہلے سے ہی عظیم جاہ ومنصب کا حامل، کثیر المال اور اپنی قوم میں مانا ہوا ہو۔ یعنی قرآن اگر نازل ہوتا تو دونوں بستیوں میں سے کسی ایسی شخصیت پر نازل ہوتا نہ کہ محمد ﷺ پر کہ جن کا دامن دولت دنیا سے خالی ہے۔ یہاں عظیم سے مراد دنیاوی مال و دولت کا حامل ہونا ہے نہ کہ خاندانی عزت وشرف مراد ہے۔

۲۔ پیغمبر اسلام پر مرگی کے مرض کا الزام

کچھ مستشرقین کا یہ الزام ہے کہ پیغمبر اسلام کو اکثر مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے وہ ان روایات کو پیش کرتے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کی نزول وحی کے وقت جسمانی اور ذہنی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے۔ یا پھر آنحضرت ﷺ کے بچپن میں رونما ہونے والے شق صدر کے واقعہ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جب وہ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ کے ساتھ رہ رہے تھے۔ حوالے کے طور پر سیرت ابن اسحاق سے یہ واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

''ہماری واپسی کے کچھ مہینوں بعد وہ (محمد ﷺ) اور اس کا بھائی خیموں کے پیچھے ہماری بکریوں کے قریب کھیل رہے تھے جب اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ سفید لباس میں ملبوس دو آدمیوں نے میرے قریشی بھائی کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا ہے اور اس کے پیٹ کو چاک کر کے اس میں سے کچھ نکال رہے ہیں۔ ہم فوراً اس کی طرف بھاگے اور اسے سفید چہرے کے ساتھ کھڑے ہوئے پایا۔ ہم نے اسے پکڑ لیا اور پوچھا کہ کیا ہوا ہے۔ اس نے بتایا کہ سفید لباس میں ملبوس دو آدمیوں نے اسے پکڑ کر نیچے لٹا دیا اور اس کے پیٹ کو چاک کر کے کسی چیز کو تلاش کر کے نکال دیا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا۔ پھر ہم اسے خیمے میں واپس لے آئے''۔

مستشرق منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب 'Muhammad, Prophet and Statesman' میں اس الزام کی تردید کی ہے کہ پیغمبر اسلام مرگی کے مریض تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

ایسی روایات کی وجہ سے چند یورپی ناقدین یہ خیال کرتے ہیں کہ محمد ﷺ مرگی کے مریض تھے لیکن ان کے نظریے

میں کوئی ٹھوس حقائق نہیں ہیں۔ مرگی کا مرض کسی انسان کے جسمانی اور دماغی بگاڑ کا باعث ہوتا ہے۔ جب کہ محمد ﷺ میں ایسے کوئی بھی شواہد نہیں پائے جاتے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ اپنی زندگی کے آخر تک اپنی تمام صلاحیتوں سے بھرپور مستفید ہوتے رہے۔

۳۔ عیسائی راہب بحیرہ سے ملاقات کا الزام

روایت ہے کہ جب محمد ﷺ نو سال کے تھے تو ایک مرتبہ وہ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر ان کے ہمراہ گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب وہ شام کے قصبے بُصریٰ پہنچے تو ایک نسطوری عیسائی راہب بحیرہ نے ان میں نبوت کی کچھ نشانیاں پہچان لیں اور حضرت ابو طالب کو اصرار کیا کہ وہ خطرات سے بچانے کے لیے انہیں واپس مکہ بھجوا دیں۔ بحیرہ نے انہیں یہودیوں کی دشمنی سے بچانے کی بھی تاکید کی۔ طبری کے مطابق ابو طالب نے آپ ﷺ کو بھجوانے کا فیصلہ کر لیا تو ابو بکر جو اس وقت ان کی ہمراہ تھے انہوں نے بلال (حبشی) کو بھی ساتھ بھیجنے کی درخواست کی۔ طبری یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر صرف ۹ سال تھی۔

یہ ہے وہ چھوٹا سا تاریخی واقعہ جس کو بنیاد بنا کر مستشرقین یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنا تمام تر مذہبی علم خصوصاً عیسائیت کے حوالے سے اسی راہب بحیرہ سے اس سفر شام میں سیکھا تھا۔ اور ان معلومات کی بنیاد پر جو انہوں نے بحیرہ سے حاصل کی تھیں اپنی آئندہ زندگی میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کا ارادہ طے کر لیا۔ لیکن دراصل یہ حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

سب سے پہلی بات یہ کہ اس تاریخی واقعہ کے غیر مصدقہ ہونے پر تمام مسلم اہل سیرت متفق ہیں اور اسے مسترد قرار دے چکے ہیں۔ اس بیان شدہ روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ صدیق اور حضرت بلالؓ کی ہمراہی میں واپس بھیجا گیا۔ اگر حضرت محمد ﷺ کی عمر اس وقت نو سال تھی تو لامحالہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو سات سال کا ہونا چاہیے اور حضرت بلالؓ ان دونوں حضرات سے اس قدر چھوٹے ہیں کہ اس وقت تک تو ان کی پیدائش بھی نہ ہوئی ہوگی۔ لہٰذا یہ روایت مکمل طور پر غلط ہے۔ اور اگر ہم اسے سچ مان بھی لیں تو پیغمبر اسلام جو اس وقت صرف نو سال کے تھے، جیسا کہ طبری نے بیان کیا ہے، تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ انہوں نے بحیرہ سے اس ہلکی عمر میں ایسی مذہبی تعلیمات حاصل کر لیں جن کی بنیاد پر مستقبل میں انہوں نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی؟ جیسا کہ ان کے مغربی ناقدین الزام لگاتے ہیں۔ اور اگر آنحضرت ﷺ نے انہی تعلیمات سے مذہب اسلام کی بنیاد ڈالی جو عیسائی راہب بحیرہ نے دی تھیں تو پھر انہوں نے عقیدہ تثلیث، صلیب چڑھنا اور کفارے کا عقیدہ وغیرہ کا رد کیوں کیا جو عیسائیت کی اساس ہیں۔ قرآنی تعلیمات عیسائیت کی ان تعلیمات اور عقائد کا رد کرتی ہیں جو عیسائی راہب بحیرہ کے تھے۔

۴۔ اہل قریش کی پیغمبر اسلام کی مدینہ ہجرت پر خوشی کا الزام

کچھ دیگر مستشرقین کی ہمنوائی کرتے ہوئے مارگولیتھ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ جب پیغمبر اسلام مدینہ ہجرت کر گئے تو سرداران قریش نے ان سے چھٹکارا حاصل کرنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ جیسا کہ وہ اپنی کتاب Muhammad and the Rise of Islam میں لکھتا ہے کہ:

''ایسا لگتا ہے کہ سرداران قریش بغیر کسی پشیمانی کے، اپنے ہم وطن سے بغیر کسی خون خرابے کے چھٹکارا پا لینے پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے رہے''۔

جبکہ یہ بیان حقیقت سے کوسوں دُور ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب محمد ﷺ اپنے ساتھی ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکہ چھوڑ کر غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے تو سرداران قریش نے دونوں حضرات کا تعاقب کیا۔ مگر جب ان کا کوئی سراغ نہ پا سکے تو انہوں نے ایک انعام کا اعلان کیا کہ جو شخص محمد ﷺ اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔ جب سُراقہ بن جعشم نے یہ اعلان سُنا تو وہ ان دونوں حضرات کے تعاقب میں نکلا مگر آپ کے قریب پہنچنے کے باوجود آپ پر دست دراز نہ کر سکا۔ جب پیغمبر اسلام مدینہ پہنچ گئے تو قریشی سرداروں نے عبداللہ بن اُبی کو خط لکھا کہ تم لوگوں نے ہمارے شہر کے ایک شخص کو پناہ دی ہے۔ واللہ! یا تو اس شخص کو قتل کر دو یا اسے مدینہ سے نکال باہر کرو، ورنہ ہم تم پر حملہ کر کے تمہیں برباد کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنا لیں گے۔ یہ تمام واقعات اس تاریخی حقیقت کے شاہد ہیں کہ قریشی سردار قطعاً بھی محمد ﷺ کے مکہ چھوڑ کر جانے پر مسرور نہ تھے۔

۵۔ پیغمبر اسلام مکہ میں ایک نبی جبکہ مدینہ میں ایک سیاستدان بن گئے۔

ایک ایسا الزام جو تمام مستشرقین ہمیشہ سے نبی کریم ﷺ پر عائد کرتے رہے ہیں، یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ جب تک مکہ میں رہے نبوت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے مگر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہ خالصتاً ایک سیاستدان کے روپ میں سامنے آئے اور ان کا پیغمبرانہ کردار جزوی حیثیت اختیار کر گیا۔ اگر وہ مدینہ ہجرت سے پہلے ہی وفات پا جاتے تو دنیا ان کے لیے ایک حقیقی (سچا) پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتی۔ جنہوں نے امن پسندی سے اپنے دین کی تبلیغ کی اور اپنے اوپر دشمنوں کے جبر و مظالم برداشت کیے اور کسی صورت بھی ان دشمنوں سے مقابلے کے لیے تلوار نہیں اُٹھائی۔ مدینہ آنے کے بعد انہوں نے دشمنوں سے جنگیں لڑیں، جنگجو ثابت ہوئے اور سیاست کے گندے کھیل میں ملوث ہو گئے۔ انہوں نے اپنا پیغمبرانہ کردار ترک کر دیا اور بالآخر ان کا پیغمبرانہ کردار ایک ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں جیسے جیسے سیاسی امور و غزوات میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی نفل نمازوں کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ رات کو آپ انتہائی طویل قیام و سجود کا اہتمام فرماتے۔ اور یہ